السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

حدیث : النکاح من سنتی فمن رغبتی سنتی فلیس منی '' اگر درحقیقت یہ حدیث ہے، تو مع تنقید وحوالہ کتاب کے تحریر فرمائیں ۔

حافظ ابن حجر فتح الباری 9 111 میں لکھتے ہیں : " وقد تقدم فی الباب الأول، الأشارۃ إلی حدیث عائشۃ : النکاح من سنتی " الخ مگر باب اول " الترغیب فی النکاح " میں میں حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث نہیں ہے، اس لیے اس عبارت کا مطلب کیا ہے؟ اور باب اول سے کون باب مراد ہے؟ اور حضرت عائشہؓ کی حدیث مشار الیہ کہاں ہے؟ مفصل تحریر فرمائیں ۔

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

حدیث : النکاح من سنتی فمن رغبتی سنتی فلیس منی ''علماء وفقہاء کے درمیان انہیں الفاظ کے ساتھ مشہور ہے یہاں تک امام رافعی نے بھی شرح وجیر للغزالی کے اندر حدیث مذکور کو انہیں الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے لیکن یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ حدیث کی کسی معتبر کتاب میں نظر سے باوجود تتبع وتلاش کے نہیں گزری ۔ الرحمۃ المھداۃ سنن الدار قطنی المنتقی لابن الجارود والترغیب والترہیب للمنذری مجمع الزوائد للہیثمی الجامع الازہر الجامع الصغیر الجامع للسیوطی السنن الکبری للبیہقی المستدرک للحاکم السنن للنسائی کنزالعمال للمتقی وکتب موضوعات وغیرہ میں میں یہ حدیث الفاظ مذکورہ کے ساتھ کسی صحابی سے بھی مذکورہ مروی نہیں ہے ۔ ہاں ابن ماجہ میں یہ حدیث حضرت عائشہ سے بالفاظ ذیل مروی ہے : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْأَزْهَرِ قَالَ : حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ : حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ مَيْمُونٍ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي ،

قال السندی : وفی الزوائد : إسنادہ ضعیف لاتفاقہم علی ضعف عیسی بن میمون المدینی لکن لہ شاہد صحیح

حافظ کی عبارت : وقد تقدم فی الباب الاول الاشارۃ الی حدیث عائشہ : النکاح من سنتی (فتح الباری 711/9)

کی حدیث سے مراد ان کی وہ حدیث ہے جس کو ابن ماجہ نے الفاظ مذکورہ بالا کے ساتھ روایت کیا ہے لیکن حافظ نے بجائے اصل الفاظ نبوی میں الباب الاول سے مراد : باب الترغیب فی النکاح ہی مراد ہے اور حضرت عائشہ ذکر کرنے کے لفظ مسہور درج کلکرنے کے لفظ مشہور ودرد کلیا ہے گویا یہ ذکر بالمعنی ہے ذکر بالفظ نبوی ذکرنے کے لفظ مشہور درج کرلیا ہے گویا یہ ذکر بالمعنی ہے ذکر بالفظ نہیں جو خالی از تسامح نہیں ۔

کی یہ حدیث ان کے نام کے ساتھ مذکورہ موجود نہیں ہے اور حافظ کی عبارت مذکور سے اس طرح مذکور ہونا مفہوم بھی نہیں بے شک باب اول ترغیب فی النکاح میں بذیل شرح لفظ فمن رغب عن سنتی فلیس منی حضرت عائشہ ہوتا پس اس کی کوشش کرنی امر عبث ہے ۔

اس حدیث کی طرف اشارہ ہوگیا جس کا انہوں نے حوالہ بہاں میرے خیال میں اس عبارت سے حافظ کا مقصد صرف اس قدر ہے کہ حضرت انس کی حدیث مذکورہ فی الباب الاول کے آخری الفاظ کے ساتھ حضرت عائشہ تیسرے باب میں بضمن احادیث ترغیب فی النکاح دے دیا اور پورے مشہور الفاظ ذکر کردئے کیوں کہ باب اول میں صراحۃ تمام الفاظ مع مخرج کے ذکر نہیں کئے تھے ۔

تلخیص 116/3 کی مندرجہ ذیل عبارت بغور پڑھ جائیے :

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْأَزْهَرِ قَالَ : حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ : حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ مَيْمُونٍ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي، فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي، وَتَزَوَّجُوا، فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ، وَمَنْ كَانَ ذَا طَوْلٍ فَلْيَنْكِحْ، وَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَعَلَيْهِ بِالصِّيَامِ، فَإِنَّ الصَّوْمَ لَهُ وِجَاءٌ» وفی اسنادہ عیسی بن میمون وہو ضعیف وفی الصحیحین حدیث انس فی ضمن حدیث لکنی اصوم وافطر واصلی وانام اتزوج فمن رغب عن سنتی فلیس منی انتہی

مکتوب

نحمدہ ونصلی ونسلم

حدیث مشہور : النکاح من سنتی فمن رغبتی سنتی فلیس منی ان الفاظ کے ساتھ حدیث کی کسی کتاب میں میری نظر سے نہیں گزری ایسا معلوم ہوتا ہے کہ متاخرین علماء نے سنن ابن ماجہ سے جملہ النکاح من سنتی لیا اور صحیح بخاری سے فمن رغبتی سنتی فلیس منی سے لے کر جوڑلیا ہے ۔ اس کے سوا اور کوئی اصلیت نہیں ہے واللہ اعلم

حافظ عسقلانی نے فتح الباری 111/9 میں جو کچھ لکھا ہے وقد تقدم فی الباب الاشارہ الی حدیث عائشہ اسے آپ نے ان کا تسامح سمجھ لیا ہے ایسا نہیں ہے ۔ بلکہ باب مشار الیہ میں اس حدیث عائشہ کی طرف اشارہ موجود ہے ۔ ملاحظہ فتح الباری سطر : حیث قال ونقلہ ابن ماجہ من حدیث عائشہ اور ابن ماجہ کی حدیث وہی ہے جو تلخیص الجبیر 112/3 میں منقول ہے جس کے راوی کو حافظ نے ضعیف کہا ہے مجمع الزوائد میں بھی اس کو ضعیف کہا ہے اور سندھی نے بھی حاشیہ ابن ماجہ طبع مصر میں ۔ رہ گیا یہ امر کہ تلخیص میں پہلے یوں نقل کیا ہے النکاح من سنتی فمن رغبتی سنتی فلیس منی یہ الفاظ حافظ کے نہیں ہیں بلکہ امام رافعی کی وجیز کے الفاظ ہیں کہ اس میں یونہی منقول

ہے۔ ہاں حافظ کا فتح الباری 11/9 میں بھی اس طرح نقل کردینا محل تامل ہے۔ شاید وجیز للرافعی کے الفاظ حافظ کی زبان پر چڑھے ہوئے تھے۔ یا کیا بات ہے کچھ کہا نہیں جاسکتا واللہ اعلم

وعلیکم السلام مجھے اب تک پوری صحت نہیں ہوئی ہے آپ کے سوال کا جواب کیف ماامکن تحریر کرکے ارسال کرتا ہوں۔ ابھی نہ زیادہ محنت کرسکتا ہوں نہ بہت سی کتابوں کا مطالعہ ممکن ہے دعا خیر فرماتے رہیں اور ماحضر کو قبول فرمائیں والسلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسالہ: خطبہ نکاح اور اس کے مقاصد 3 سطر 25 میں ایک حدیث اس طرح لکھی گئی: النکاح من سنتی فمن رغبتی سنتی فلیس منی مشکوۃ اس حدیث کو انہیں الفاظ کے ساتھ ابو القاسم رافعی نے بھی شرح الوجیز غزالی میں لکھا ہے۔ اس روایت کو مشکوۃ میں تلاش کرنے کا مجھ کو موقع مل نہیں سکا۔ امید ہے آپ اس کے صفحہ اور باب سے مجھے مطلع کریں گے۔ یہ جہاں تک میں نے تتبع اور تلاش کیا ہے۔ مذکورہ الفاظ کے ساتھ یہ روایت کسی حدیث کی کتاب میں مجھے نہیں ملی۔ البتہ ابن ماجہ نے اپنی سنن کی کتاب النکاح کے پہلے باب میں حضرت عائشہ سے ایک حدیث مرفوعا بالفاظ ذیل روایت کی ہے: النکاح من سنتی فمن رغبتی سنتی فلیس منی الحدیث

علامہ بوصیری زوائد ابن ماجہ میں اس روایت کے تحت لکھتے ہیں: اسنادہ ضعیف لاتفاہم علی ضعف عیسی بن میمون المدینی (الروای عن القاسم بن محمد عن عائشہ) لکن لہ شاہد صحیح انتہی اور حافظ تلخیص (116/3) میں ابن ماجہ کی اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں فی اسنادہ عیسی ابن میمون وہو ضعیف وفی الصحیحین حدیث انس فی ضمن حدیث لکنی أصوم وافطر, اصلی وانام وأتزوج النکاح النکاح من سنتی فمن رغبتی سنتی فلیس منی فمن رغب عن سنتی فلیس منی انتہی بوصیری کے مذکورہ کلام میں لکن لہ شاہد صحیح سے مراد غالبا حضرت انس کی حدیث کا وہی ٹکڑا ہے جسے حافظ نے تلخیص میں بحوالہ صحیحین ذکر کیا ہے۔ اس نے روایت کا پہلا ٹکڑا یعین: النکاح من سنتی ابن ماجہ کی مذکورہ بالاحدیث سے اخذ کیا ہے اور اس کا دوسرا ٹکڑا النکاح من سنتی فمن رغبتی سنتی فلیس منی حضرت انس کی مذکورہ صحیح حدیث سے لیا ہے اور دونوں کو ملا کر پوری روایت یوں کردی النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی

ہم نے مرعاۃ جلد 242/1 میں حضرت انس کی مذکورہ متفق علیہ حدیث کی شرح میں اس کی تخریج کے بعد یہ لکھا ہے واما ماذکر الرافعی واشتہر علی الألسنۃ بلفظ النکاح من سنتی فمن عن رغب سنتی فلیس منی فلم أجدہ مع الاستقراء التام والتتبع البالغ واللہ اعلم

اور نے بھی تلخیص میں رافعی کا ذکر کردہ لفظ نقل کرنے کے بعد صرف ابن ماجہ کے الفاظ اور حضرت انس کی حدیث نقل کرنے پر اکتفا کیا ہے جس معلوم ہوتا ہے کہ ان کو بھی رافعی کے ذکر کردہ الفاظ کے ساتھ حدیث نہیں مل سکی۔

علامہ سندھی ابن ماجہ کی مذکورہ بالاحدیث روایت کی شرح میں لکھتے ہیں: قَوْلُہُ: (النِّكَاحِ) أَيْ طَلَبِ النِّسَاءِ بِالْوَجْہِ الْمَشْرُوعِ فِي الدِّينِ (مِنْ سُنَّتِي) مِنْ طَرِيقَتِي الَّتِي سَلَكْتُہَا وَسَبِيلِي الَّتِي نَدَبْتُہَا (فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي) رَغْبَۃً وَإِعْرَاضًا عَنْہَا وَقِلَّۃَ مُبَالَاۃٍ بِہَا فَلَا يَشْمَلُ الْحَدِيثُ مَنْ يَتْرُكُ النِّكَاحَ لِعَدَمِ تَيَسُّرِ الْمُؤْنَۃِ وَنَحْوِ ذَلِكَ

ص: 8 سطر: 6: کے بعد مختصرا اتنا ضروری بڑھا دینا چاہیئے کہ: مہر اتنا ہی مقرر کرنا چاہیئے کہ جس کو ادا کرنے کی شوہر استطاعت رکھتا ہے یعنی: وہ رکھتا ہے یعنی وہ اسے آسانی کے ساتھ ادا کرسکے اور کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ شوہر نکاح ہی کے وقت مقرر مہر ادا کردے گو تعجیل شرعا لازم نہیں ہے بلکہ تمام فقہاء کے نزدیک تاجیل بھی جائز ہے لیکن مہر کے موجل ہونے کی صورت میں مقرر اجل یعنی: مدت ادا کرنا لازم ہے اور اگر کوئی مدت مقرر نہ کی گئی ہو جیسا کہ عام طور پر رواج ہے تو پھر طلاق کے وقت یا احد الزوجین کی وفات کے وقت مہر کی ادائے گی شرعا ضروری ہے۔

مہر کی ادائے گی یا صدق دل اور اپنی مرضی سے عورت کے معاف کرنے کے بغیر شوہر اس دین سے ہر گز بری الذمہ نہیں ہوسکتا عورت پر کسی قسم کا دباؤ ڈال کر مہر معاف کرانے اور معاف کرنے سے مہر ساقط نہیں ہوتا۔

برادری کے رسم ورواج یا اپنی بڑائی اور شاندار ظاہر کرنے کے لئے یا اس خیال سے کہ شوہر بیوی کو طلاق نہ دے شوہر کی حیثیت واستطاعت سے زیادہ مقرر کرنا اور شوہر کا اپنی استطاعت سے باہر مہر کے تقرر کو تسلیم کرلینا کہ جتنا چاہو مقرر کرلو دینا تو ہے نہیں یہ طریقہ کار شرعا ہر گز جائز نہیں ہے۔ آن حضرت ﷺ نے ایسے شخص کو جو مہر نہ دینے کی نیت کے ساتھ کسی عورت سے نکاح کرنے اس کو زانی کہا ہے۔

مجلس نکاح میں خطبہ نکاح کے مقاصد کی تشریح کے وقت میرے خیال میں طلاق وخلع کے مسائل کا ذکر نا مناسب نہیں ہے۔

ایک تو اس وجہ سے کہ اس مجلس کا وقت بالعموم بہت مختصر اور تنگ ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ نکاح کے ساتھ طلاق وغیرہ کا ذکر کرنا اس مجلس میں کچھ زیب نہیں دیتا بلکہ نامناسب معلوم ہوتا ہے۔ البتہ عام وعظوں اور رسالوں میں خطبہ نکاح کے مقاصد اور نکاح وطلاق کے ضروری مسائل کا مختصرا یا تفصیل کے ساتھ ذکر کرنا بلاشبہ اچھا ہے بلکہ ضروری ہے۔

رسالہ کے ص: 13 میں طلاق دینے کا غلط طریقہ عنوان کے ماتحت جو کچھ لکھا گیا ہے وہ مجمل ہونے کے ساتھ فقہ حنفی کی ترجمانی ہے اور وہ مسلک اہل حدیث کے خلاف ہے اس لئے وہاں ضروری ترمیم اور توضیح وتصیح کردی گئی ہے۔

اسی طرح ص: میں عدت کے دنوں میں عورت کہاں رہے؟ کے عنوان کے تحت جو کچھ لکھا گیا ہے اس میں اجمال کے علاوہ فقہ حنفی کی ترجمانی ہے۔ اس لئے وہاں بھی ضروری اصلاح وترمیم کردی گئی ہے۔

یہ معلوم ہے کہ خلع عند الحنفیہ طلاق ہے۔ اسی بنا پر ان کے نزدیک مثلعہ کی عدت مطلقہ کی طرح حیض تین حیض ہے اور امام شافعی وغیرہ کے نزدیک خلع طلاق نہیں ہے بلکہ فسخ ہے اس بنا پر اور حدیث تعمتد المختلعۃ حیضۃ کی رو سے ان کے نزدیک مختلعہ کی عدت صرف ایک ماہوار کا آنا ہے۔ بنا بریں یہاں بھی ضروری ترمیمات کردی گئی ہیں:

رسالہ کو مذکورہ ترمیمات واصلاحات کے ساتھ شائع کرنا ہو تو ضرور شائع کیجے ورنہ جیسا کچھ وہ چھپا ہوا بعینہ اسی حالت موجودہ میں شائع کیا جانا جماعت اہل احدیث کا باعث ہوگا اور یہ ایک بڑا فتنہ ہوگا۔ مکاتیب

آپ نے اپنے مارڈ مرقومہ 19 فروری 1981 میں کتاب خطبہ نکاح دوبارہ پڑھنے کی ہدایت کرتے ہوئے مہر اور نکاح کے وقت لڑکی سے اجازت لینے اور نکاح کی شرطوں وغیرہ کے بارے میں جو کچھ لکھا یا اب اضافہ کرنا چاہتے ہیں میری رائے طلب کی ہے۔ افسوس ہے کہ قاری صاحب نے آپ کا وہ رسالہ مجھ تک پہنچانے کی زحمت نہیں کی اور میرے یہاں آپ کا مرسل رسالہ نہ معلوم کہاں پڑگیا ہے کہ اب تک تلاش سے نہیں مل سکا۔ ان اللہ

لخ

(1) عام طور پر بلکہ تقریبا پورے ہندوستان میں مہر کے بوقت نکاح دینے کارواج بالکل نہیں ہے۔ تقریبا ہر جگہ مہر دین ہی ہوتا ہے۔ جس کی ادائے گی کا سوال زوجین میں سے کسی ایک کے مرنے یا عورت کے طلاق یا خلع لینے کے وقت اٹھتا ہے۔ بعض برادریوں میں اونچے اونچے مہر مقرر ہوتے ہیں جن کی کبھی ادائیگی ہو نہیں سکتی اور نہ لڑکے والوں کی نیت ہی ادا کرنے کی ہوتی ہے۔ آپ کے مضمون میں زیادہ زور اس پر ہونا چاہیے کہ مہر اتنا ہی مقرر کیا جائے جس کو لڑکے کے والے جب چاہیں آسانی سے ادا کردیں اور لڑکی والے لڑکے کی استطاعت وحیثیت سے باہر مہر مقرر کرنے کی کوشش نہ کریں اور مہر تراضی طرفین سے جتنا بھی مقرر ہو وہ معجل ہو اور اس فورا ادا کردیا جائے چاہے زیوروں کی شکل میں ہو یا نقد روپیہ کی شکل میں یا کسی جاداد (منقولہ یا غیر منقولہ) کی شکل میں ہو۔

(2) بوقت نکاح بالغ لڑکی سے نکاح کی اجازت حاصل کرنے کے سلسلے میں یہ عرض ہے کہ: پہلے سے لڑکی کا عندیہ معلوم ہونا کافی نہیں ہے بلکہ نکاح کے وقت اس سے اذن حاصل کرنا ضروری ہے اور صرف باپ کا یا کسی بھی ولی کا گھر میں اکیلے جاکر لڑکی سے اجازت لینا ٹھیک نہیں بلکہ ولی اور وکیل نکاح کو دو معتبر گواہوں کے ساتھ لے کر لڑکی سے اذن حاصل کرنا چاہئے۔ مصلحت اور احتیاط کا تقاضا یہی ہے۔ باپ خود نکاح پڑھائے یعنی ایجاب وقبول دونوں صورتوں میں معتبر گواہوں کے ساتھ باپ اور وکیل نکاح کو لڑکی سے اجازت لینا چاہئے۔ رسالہ مذکورہ میں نکاح کی شرطوں وغیرہ کے بارے میں آپ نے جو اضافہ کیا ہے اسے الگ کاغذ پر تحریر کیا ہے۔ یہ کاغذ بھی قاری صاحب نے مجھ تک پہنچانے کی زحمت نہیں گوارکی اس لئے ان کے بارے میں کچھ نہیں لکھ سکتا۔ مکتوب

رسالہ خطبہ نکاح میں مہر کی شرعی مقدار بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے زور صرف اس بات پر دینا چاہئے کہ حتی الامکان مہر معجل اور طرفین باہمی رضامندی سے اس قدر مہر باندھیں جو شوہر کی حیثیت کے مطابق ہو اور جسے وہ آسانی سے فورا ادا کردے۔

لڑکی سے نکاح کی اجازت لینے کے بعد مجلس نکاح میں ولی کی طرف سے ایجاب اور شوہر کی طرف سے قبول ضروری ہے۔ ایجاب وقبول نکاح کے اارکان ہیں۔ اور لانکاح الا بولی وشاہدی عدل کی رو سے ایجاب وقبول کے وقتولی اور معتبر گواہوں کی موجودگی ضروری ہے۔ کوئی بالغہ لڑکی اپنے ولی کی اجازت اور عبارت کے بغیر خود اپنا نکاح نہیں کر سکتی نیز مروجہ جہیز اور لین دین کے خلاف رسالہ میں بھر پور زور صرف کرنا چاہیئے۔ اگر کسی لڑکی کے ولدین اپنی مرضی سے جہیز دیں تو اس وقت اس کی تصریح کرالینی چاہئے کہ جہیز کا کون سا سامان لڑکی کو دیا جارہا ہے اور کون سی چیز دولہا کو دی جاری ہے اور دونوں کو جو کچھ دیا جارہا ہے بطور عاریت کے دیا جارہا ہے یا بطور تملیک اور ہبہ کے ہتاکہ بعد میں جہیز کی بابت کوئی جھگڑا نہ پیدا ہو اور طے شدہ تصریح کے مطابق عمل درآمد ابوالقاسم خالد العربی کا رسالہ اسلام اور عورت نظر سے گزرا ہوگا۔

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ شیخ الحدیث مبارکپوری

جلد نمبر 2۔کتاب النکاح

صفحہ نمبر 187

محدث فتویٰ